HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

A Comparative Study of Rulings and Issues of Riza'at in the Light of Fiqha-e-Arba Sayings

رضاعت کے احکام و مسائل کا فقہاءِ اربعہ کے اقوال کی روشنی میں تقابلی مطالعہ

Hafiz Muhammad Farooq Rabbani
Visiting Lecturer, GC University, Lahore, mfarooqrabbani@gmail.com

Hafiz Abdul Khaliq
Visiting Lecturer, GC University, Lahore, abdulkhaliq000078@gmail.com

Hafiz Muhammad Salman Rabbani
MPhil Scholar, Lahore Leads University, msalmanrabbani555@gmail.com

Abstract

Parents have a fundamental responsibility to care for their children, with breastfeeding recognized as a basic right that significantly enhances a child's health and well-being. Islam places great emphasis on breastfeeding, offering comprehensive and detailed guidelines on the practice. These guidelines encompass various aspects, including the recommended duration of breastfeeding, the child's rights to nursing, and the respective responsibilities of the mother and father. Religious texts provide extensive information on the proper conduct of breastfeeding, its benefits, and the ethical considerations involved. This article explores these guidelines and rulings, providing a comprehensive understanding of the subject within the framework of Islamic teachings.

Keywords: Islam, Rada'at, Ahkam ul Quran, Fiqha-e-Arba

رضاعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

الرضاع بکسر الراء وفتحها یہ لفظ را کے فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ استعمال ہو سکتا ہے اور دونوں صورتوں میں یہ مصدر ہو گا۔ البتہ **سمع یسمع** سے اہل تہامہ [1] کے کہ ہاں مصدر ہو گا اور **ضرب یضرب** سے اہل نجد [2] کے ہاں مصدر ہے۔ لغت میں اس کا معنیٰ **"مص اللبن من الثدي"**[3] لغت میں رضاعت کا مطلب چھاتی سے دودھ چوسنا ہے۔

اصطلاح شرع میں رضاعت کہتے ہیں۔

مص الرضيع من ثدي الادميه في وقت مخصوص[4]

شیر خوار کا ایک مخصوص مدت تک عورت کی چھاتی سے دودھ چوسنا رضاعت کہلاتا ہے یعنی عورت کے دودھ کا بچے کے پیٹ میں پہنچ جانا۔

رضاعت کے ضرورت و اہمیت:

رضاعت بنیادی طور پر اسلام کا ایک خوبصورت نظام ہے، جس میں ایک بچے کی والدہ محترمہ کسی مجبوری کے بنا پر اپنے بچے کو دودھ نہ پلا سکے اور کوئی دوسری خاتون اسے دودھ پلانا چاہے یا پھر کوئی خاتون شوقیہ طور پر کسی بچے کو دودھ پلا دے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے وہ خاتون اس بچے کے لیے ماں کے درجے میں شامل ہو جاتی ہے۔ چونکہ والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اولاد کی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی خوراک کا بھی خیال رکھے۔ جس بنا پر یہ والدین کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ بچوں کی بہترین خوراک کا انتظام کر سکے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا

یا ایها الذین امنوا قوا انفسکم واهلیکم نارا[5]

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

اپنے آپ کو آگ سے بچانا یہی ہے کہ انسان اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے اور گھر والوں کو آگ سے بچانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی بہترین تربیت اور ان کی نظام زندگی کا انتظام کیا جا سکے تاکہ وہ آگ کی طرف جانے والے راستوں سے بچ سکیں۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

CC BY

عَنْ ابنِ عُمَرَ قال:عن النبي ﷺ قال: (كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته، الأمير رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وكلكم مسؤول عن رعيته).[6]

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا، امیر اپنی رعایہ پر نگہبان ہے، اور مرد اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے، اور بیوی اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچے پر نگہبان ہے، سو تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بچوں کی تربیت ان کے 10 سال تک یا پھر بلوغت کے وقت شروع ہوتی ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے، بچوں کی تربیت تو اس وقت سے شروع ہو جاتی ہے جب اللہ سبحانہ و تعالی انہیں ماں کے پیٹ میں تخلیق فرمادیتے ہیں۔ تربیت کا یہ سلسلہ وہاں سے شروع ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد یہ آخری دم تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ البتہ اس کی صورتحال وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی جاتی ہے۔ کہیں تربیت والدین کے عمل اور کردار کی صورت سے ہو رہی ہوتی ہے۔ کبھی تربیت والدین کے اعمال سے ہو رہی ہوتی ہے۔ کہیں تربیت والدین کی نرم گوئی سے ہو رہی ہوتی ہے۔ اور کبھی تربیت والدین کے سختی سے ہو رہی ہوتی ہے۔ یوں تربیت کا یہ سلسلہ ہمہ وقت جاری رہتا ہے۔ لیکن تربیت کے اس تمام تر سلسلے میں بچوں کی ابتدائی عمر انتہائی اہمیت کے حامل ہوتی ہے۔ اور ابتداء ہی سے جس چیز کی بچوں کو عادت لگادی جائے وہ کبھی بھی ختم نہیں ہوتی ہے۔ اور رضاعت کا تعلق بھی اسی ابتدائی عمر کے ساتھ ہے۔ جس میں بچہ ماں کے دودھ سے اپنی پرورش کر رہا ہوتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالی نے ارشاد فرمایا

والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن اراد ان يتم الرضاعه.[7]

اور ماؤں میں سے جن کا ارادہ رضاعت کے مکمل کرنے کا ہو تو وہ پورے دو سال اپنے بچوں کو دودھ پلائیں۔

آگے چل کر ہم اس پر بات کریں گے کہ رضاعت کا سلسلہ دو سال ہے یا اس سے زیادہ ہے لیکن مذکورہ آیت میں جس بات کو واضح کیا جا رہا ہے وہ ماؤں کو بچوں کو دودھ پلانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ کیونکہ یہ والدہ کے فرائض میں شامل ہے۔ اور دوسری جانب یہ بچے کا حق ہے اسے اس کے حق سے محروم کرنا درست نہیں ہے۔ چونکہ اللہ نے فطرت کا ایک سلسلہ بنایا ہے تو اس سلسلے میں ماں کی راحت اور سکون اور دوسری جانب بچے کی راحت اور سکون اور غذائی ضرورت کو اللہ سبحانہ و تعالی نے اس دودھ میں رکھا ہے جو اللہ تعالی نے اس کے لیے مخصوص کیا ہے۔

بچے کی پیدائش کے فوراً بعد ماں کا پہلا فرض اور بچے کا پہلا حق یہ بنتا ہے کہ اسے ماں کا دودھ پلایا جائے کیونکہ بچے کی پیدائش کے چند دن بعد ماں کے دودھ کے ساتھ کچھ زرد رنگ کا مادہ نکلتا ہے جو بچے کی غذائی اور معدے کے ہاضم ہونے کے لیے انتہائی ضروری ہوتی ہے۔ اور بچے کی نشو و نما میں ماں کی محبت اور شفقت کا خصوصی عمل دخل ہوتا ہے اور دودھ پلانے کی عمر میں یہ شفقت انتہائی عروج پر ہوتی ہے۔ اور اس شفقت اور محبت کا اظہار اسی دودھ پلانے سے ہوتا ہے۔ جس سے ماں کو جسمانی راحت اور سکون اور بچے کو راحت اور سکون کے ساتھ ساتھ غذائی ضروریات بھی پوری ہو جاتی ہیں۔ اور جب بچہ اپنی ماں کا دودھ سہولت اور آسانی سے زیادہ مقدار میں پیتا ہے تو اس سے پستان اور رحم کے مابین تعلق کی وجہ سے دودھ پلانے والی عورت کے تناسلی اعضاء بہت جلد اپنی اصل حالت پر آجاتے ہیں۔[8]

رضاعت پر اجر وثواب:

ماں کا دودھ جسمانی لحاظ سے بھی بچے کے لیے بہت مفید ہے اور اس کی ماں کے لیے بھی انتہائی مفید ہے کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلائے۔ اور دوسری جانب مرضِعہ کے لیے شریعت مطہرہ میں بھی بے انتہا اجر و ثواب ہے۔ کیونکہ یہ ایک انسان کی خدمت کرنا ہے۔ اور انسانیت کی خدمت اخلاقاً و شرعاً ہمارا فریضہ ہے۔ عقلی اعتبار سے دیکھا جائے تو کھانا کھلانا یقیناً اجر و ثواب کا سبب ہے۔ تو پھر ایک ایسے بچے کو کھانا کھلانا جو اپنے بھوک کے بارے میں بتا نہیں سکتا اس کو کھانا کھلانا تو یقیناً ان سب سے زیادہ اجر و ثواب ہوگا۔

حدَّثنا ابنُ المُثنَّى، حدَّثنا أبو عاصِمٍ، حدَّثني جعفرُ بنُ يحيى بنِ عُمارةَ بنِ ثوبانَ، أخبرنا عُمارةُ بنُ ثوبانَ أنَّ أبا الطُّفَيلِ أخبره، قال: رأيتُ النبيَّ ﷺ يَقسِمُ لحمًا بالجِعْرانَةِ، قال أبو الطفيل: وأنا يومئذٍ غُلامٌ أحمِلُ عَظمَ الجَزورِ، إذ أقبلَتِ امرأةٌ، حتى دَنَتْ إلى النبي ﷺ، فبسَطَ لها رداءَه، فَجَلَسَت عليه، فقلتُ: مَن هِيَ؟ فقالوا: هذه أُمُّه التي أرضَعَتْه[9]

عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ جعرانہ[10] میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ خاتون آئی تو آپ ﷺ نے اپنی چادر بچھا کر انہیں اس پر بٹھا دیا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے کہا یہ آپ ﷺ کی رضاعی ماں ہیں۔[11]

رسول اللہ ﷺ کا ادب اور احترام کرنا اس بات کی علامت تھا کہ انہوں نے نیکی کا عمل سرانجام دیا اور رسول اکرم ﷺ پر احسان کیا۔ گو کہ دودھ پلانے پر جو رضاعت ہوتی ہے عموماً ایسے دودھ پلانے کی باقاعدہ اُجرت دی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کا ادب و احترام یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ انتہائی نیکی کا اور اجر و ثواب کا عمل ہے۔

دیگر ذرائع سے رضاعت:

اسلام کی ایک خوبصورتی یہ ہے کہ اسلام نے رضاعت کی ذمہ داری سب سے پہلے ماں پر عائد کی ہے۔ لیکن اس ذمہ داری کے عائد کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ماں ہر صورت میں ہی اپنے بچے کو دودھ پلائے گی چاہے وہ صحت مند ہے یا بیمار ہے یا کسی مجبوری میں مبتلا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے، حالانکہ اللہ سبحانہ و تعالی نے اس کی وضاحت کر دی ہے کہ دین میں کسی قسم کا جبر نہیں ہے۔ اور پھر ایسا معاملہ جس میں گنجائش موجود ہو اس میں اللہ سبحانہ و تعالی کی طرف سے جبر نہیں ہوتا ہے۔

CC BY

اگر ماں کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے یا کسی مجبوری کے عالم میں ہوں کہ وہ اپنے بچے کو دودھ نہ پلا سکے تو اسلام نے اس کے لیے رضاعت کے سلسلے کو شروع کیا کہ کسی دوسرے خاتون کو اُجرت دے کر بچے کی رضاعت کا انتظام کیا جائے گا۔

چونکہ اب ماں کسی بیماری یا مجبوری کی بنا پر دودھ نہیں پلا سکتی تو کوئی اور مرضِعہ اسے دودھ پلا سکتی ہے اور اس کا اس پر اجرت طلب کرنا بھی بالکل درست ہے۔ پھر اس کے لیے ایسی مرضِعہ کا انتخاب کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ جس کی عادات اور صفات اچھی ہوں کیونکہ رضاعت سے مرضِعہ کی صفات اس بچے میں منتقل ہو جاتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو الزُّنْبُقِيُّ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى الْمِنْقَرِيُّ، حَدَّثَنَا الْأَصْمَعِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ بْنُ يَعْلَى الثَّقَفِيُّ بَصْرِيٌّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا تَسْتَرْضِعُوا الْوَرْهَاءَ»، قَالَ الْأَصْمَعِيُّ: سَمِعْتُ يُونُسَ بْنَ حَبِيبٍ يَقُولُ: الْوَرْهَاءُ: الْحَمْقَاءُ،[12]

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے وقوف عورتوں کا دودھ نہ پلاؤ۔ اور امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یونس بن حبیب سے سنا کہ انہوں نے یہ کہا "**الورهاء**" کا معنی ہے بے وقوف۔[13]

ایک اور روایت میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ مرضِعہ کے دودھ پلانے سے اس کی صفات بچے میں منتقل ہوتی ہیں۔ تو اس روایت سے ایک لحاظ سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بچے کے لیے اس کی دودھ پلانے والی کو بھی ایسے دیکھنا چاہیے کہ وہ اچھی صفات کے حامل ہو چونکہ یہ تربیت کا حصہ ہے تو جس طرح اس کی اچھی عادات اور صفات ہوں گی وہی بچے کی طرف منتقل ہوں گے۔

یہاں یہ بات مد نظر رہنی چاہیے کہ بچے کو کسی حلال جانور کا دودھ پلانا یا خشک دودھ دینا اس کے صحت کے لیے درست ہے یا نہیں؟ یہ طبیب حاذق فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس کے لیے کون سا دودھ بہتر ہے۔ اگر اسے کسی حلال جانور کا دودھ پلایا جاتا ہے یا خشک دودھ پلایا جاتا ہے تو صورت میں شرعاً تو کوئی قباحت اور ممانعت نہیں ہے البتہ اگر صحت کے لیے مفید نہ ہو تو اس سے بچنا بہتر ہے۔

قبل از اسلام رضاعت:

رضاعت کا سلسلہ قبل اسلام بھی موجود تھا۔ اور اس سے رشتہ داری کا تصور قدیم عربوں میں پایا جاتا تھا۔ اور قدیم عرب رضاعی رشتوں کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ البتہ دو چیزوں میں ان کی کوتاہی تھی کہ باپ کی منکوحہ اور دو سگی بہنوں کو بیک وقت ایک نکاح میں رکھنے کو درست سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ باقی تمام رضاعت کے احکامات کو سمجھتے تھے اور اس پر عمل کیا کرتے تھے۔[14]

حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے اس روایت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ اہل عرب میں پہلے سے موجود تھا البتہ دو خامیوں کے ساتھ تھا۔ سو اللہ تعالی نے جب یہ آیت نازل فرمائی تو اس کے بعد انہوں نے اس سلسلے کو ختم کر دیا۔

احکام الرضاع:

اسلام کے خوبصورت احکامات میں سے یہ بھی ایک خوبصورت حکم نظر آتا ہے کہ اسلام نے دودھ پلانے والی عورت مرضعہ کو ماں کا درجہ دیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی نے ارشاد فرمایا

والوالدات یرضعن اولادھن[15]

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا

و امھاتکم اللاتي ارضعنکم[16]

تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا۔

جبکہ یہ تو ایک رخ ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کو اس بچے کی ماں قرار دیا۔ دوسری طرف اس ماں کی جانب سے آنے والے تمام رشتوں کو حقیقی رشتوں کے برابر قرار دے دیا۔ یعنی رشتوں میں جو حقیقی رشتوں کا مقام اور مرتبہ ہے وہی رضاعی رشتوں میں بھی ہو گا۔ اور یہ ادب اور احترام قولاً اور فعلاً دونوں طرح سے ہمیں نظر آتا ہے۔ جیسے جنگ حنین کے موقع پر ہوازن قبیلے کے قیدیوں کو اس لیے چھوڑا گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے رضاعی رشتہ دار تھے۔[17]

وھم الذین کان النبی ﷺ مرتضعا عندھم[18]

صرف یہ نہیں بلکہ ان قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کی رضاعی بہن شیماء[19] بھی موجود تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر بچھا کر انہیں اس پر بٹھایا اور پھر کچھ سامان وغیرہ دیکھ کر انہیں ان کے قبیلے کی طرف روانہ فرمایا۔

والشيماء ابْنَتُهَا وَهِيَ أُخْتُهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ كَانَتْ تَحْضُنُهُ مَعَ أُمِّهَا، وَهِيَ الَّتِي قَدِمَتْ عَلَيْهِ فِي وَفْدِ هَوَازِنَ، فَبَسَطَ لَهَا رِدَاءَهُ، وَأَجْلَسَهَا عَلَيْهِ رِعَايَةً لِحَقِّهَا.[20]

CC BY

جبکہ بعض روایات میں تو یہاں تک آتا ہے کہ حلیمہ سعدیہ [21] بھی حیات تھیں اور وہ بھی تشریف لائی تھیں اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے اپنی چادر بچھائی اور پھر اس کے بعد ان ہدایا دینے کے بعد انہیں روانہ فرمادیا۔

وأما أمه من الرضاعة، فحليمة بنت أبي ذؤيب من هوازن، وهي التي أرضعته حتى أكملت رضاعه، وجاءته- ﷺ يوم حنين فقام إليها وبسط رداءه لها، فجلست عليه.[22]

بہر کیف رسول اللہ ﷺ کی والدہ ہوں یا ان کی بہن ہوں، لیکن جو بات بتانا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی عزت اور احترام میں وہی رویہ اختیار کیا جو حقیقت میں ایک حقیقی رشتے سے ہوتا ہے۔

رضاعی رشتہ حقیقی رشتوں کی طرح:

شریعت مطہرہ نے رضاعی رشتوں کو بھی حقیقی رشتوں کی طرح قرار دیا ہے۔ جیسے حقیقی رشتوں میں نگاہ اور دیگر چیزوں کی حرمت کو دیکھا جاتا ہے ویسے ہی رضاعی رشتوں میں بھی دیکھا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ المُسَيِّبِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ»[23]

جو نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہوں گے۔[24]

لیکن یہاں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے گا کہ یہ صرف دو احکامات میں باہم شریک ہوں گے ایک تحریم نکاح اور دوسرا محرم کے لیے رضائی رشتوں کو دیکھنا اور خلوت میں بیٹھنا شامل ہے۔ اس کے علاوہ باقی تمام احکامات جیسے میراث ونفقہ، عتق بالملك، منع من الشهاده، حضانت اور قصاص وغیرہ شامل نہیں ہے یہ احکامات صرف نسب کے ساتھ خاص ہیں۔

بہر کیف رضاعت کے حوالے سے اتنی بات مسلم ہے۔ کہ جو رضاعت کے ساتھ رشتے ثابت ہو رہے ہیں وہ تمام تر رشتے ویسے ہی ثابت ہوں گے جیسے نسب سے ثابت ہوتے ہیں۔ یعنی نسبی رشتوں کے ساتھ جیسے نکاح حرام ہے ویسے ہی انہی رضاعی رشتوں کے ساتھ بھی نکاح حرام ہو گا۔ اور محرمات کا جو قانون لاگو ہوتا ہے وہ بھی انہی پر لاگو ہو گا۔

رضاعت کے دیگر احکامات:

احکام الرضاع میں ائمہ اربعہ [25] کا مختلف جہات سے اختلاف ہے۔ اور اس میں مختلف مسائل شامل ہیں۔ جن میں ائمہ اربعہ کے دلائل کے مختلف ہونے کی وجہ سے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ائمہ اربعہ دلائل کو اپنے انداز سے بیان کرتے ہیں اور اس سے مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں چاروں فقہی مکاتب کے لکھی گئی تفاسیر جنہیں "**احکام القران**" کہا جاتا ہے۔ کو مد نظر رکھتے ہوئے مسائل کا تقابل اور ان کے نتائج کو ذکر کیا جائے گا۔ البتہ ان فقہی مکاتب کی تفاسیر کے ساتھ ساتھ ان کی کتب فقہ کو بھی مد نظر رکھا جائے گا۔

رضاعت کی قلت و کثرت:

رضاعت کے حوالے سے یہ بات مختلف فیہ ہے۔ کہ رضاعت کی قلیل مقدار اور کثیر مقدار سے رضاعت ثابت ہو گی۔ اس سلسلے میں تین اقوال ہیں۔

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک قلیل اور کثیر دونوں سے حرمت رضاع ثابت ہو گی۔

كَذَلِكَ الرَّضَاعُ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ هَذَا حُكْمُهُ فِي إِيجَابِ التَّحْرِيمِ بِالرَّضْعَةِ الْوَاحِدَةِ لِتَسْوِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ بَيْنَهُمَا فِيمَا عَلِقَ بِهِمَا مِنْ حُكْمِ التَّحْرِيمِ.[26]

اسی طرح رضاعت سے اس کا یہ حکم ثابت ہونا چاہیے ایک رضاعت سے بھی تا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم حرمت کے لحاظ سے ان دونوں کے درمیان میں برابر ہو جائے۔

وَرَأَى مَالِكٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ الْأَخْذَ بِمُطْلَقِ الْقُرْآنِ، وَهُوَ الصَّحِيحُ؛ لِأَنَّهُ عَمَلٌ بِعُمُومِ الْقُرْآنِ وَتَعَلُّقٌ بِهِ[27]

امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی رائے قرآن کو مطلق رکھنے میں ہے۔ اور یہ زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ انکا عمل قرآن کے عموم پر قائم ہے۔

"**المدونہ الکبری**" میں اس مسئلہ کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔

قَالَ سَحْنُونُ بْنُ سَعِيدٍ قُلْتُ: لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ: أَتُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ فِي قَوْلِ مَالِكٍ؟

قَالَ: نَعَمْ.

سحنون بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمن بن قاسم سے پوچھا کہ کیا ایک یا دو قطروں سے امام مالک حرمت رضاعت ثابت کرتے تھے۔؟ فرمایا کہ جی ہاں۔

حنابلہ اور شوافع کے نزدیک پانچ مرضعات سے کم پر رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔

ثم رأى الشافعي أن حرمة الرضاع لا تحصل إلا بخمس رضعات، واعتمد في ذلك حديث عائشة[28]

امام شافعی رائے رکھتے ہیں کہ رضا کی حرمت پانچ رضاعت سے حاصل ہوتی ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت پر اعتماد کیا ہے۔

مذکورہ تینوں مکاتب کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے، تو اس میں حنفیہ کا مکتب زیادہ مضبوط نظر آتا ہے کہ انہوں نے براہ راست استدلال قران مجید سے کیا ہے۔ اور قران مجید کے مطلق کو مطلق رکھا ہے۔ جبکہ دیگر مکاتب نے قران مجید پر حدیث کے ذریعے سے اضافہ کیا ہے۔ امام جصاص اور مفسر ابن العربی نے احکام القرآن میں سورہ النساء کی آیت 18 کے ذیل شوافع پر خوب رد کیا کہ انکا موقف اس سلسلہ میں انتہائی کمزور ہے، یہ خبر واحد کے ذریعہ سے قرآن پر اضافہ کررہے ہیں جو کہ درست معلوم نہیں ہوتا ہے۔

مدت رضاعت:

مدت رضاعت کا مطلب ہے وہ مدت کہ جس میں دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ اس بارے میں تین اقوال ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مدت رضاعت ڈھائی سال یعنی 30 ماہ ہے۔

فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ مَا كَانَ مِنْ رَضَاعٍ فِي الْحَوْلَيْنِ وَبَعْدَهُمَا بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ وَقَدْ فُطِمَ أَوْ لَمْ يُفْطَمْ فَهُوَ يُحَرِّمُ وَبَعْدَ ذَلِكَ لَا يُحَرِّمُ فُطِمَ أَوْ لَمْ يُفْطَمْ[29]

امام ابو حنیفہؒ نے مدت رضاعت دو سال اور چھ ماہ (30 ماہ) میں جو دودھ پلایا گیا، چاہے دودہ پلایا جارہا ہو یا چھڑوایا گیا، اس سے حرمت (رضاعت) ثابت ہوگی ۔ اور اس کے بعد حرمت ثابت چاہے اسکا دودھ چھڑایا گیا ہو یا نہیں۔

وَلَهُمَا قَوْله تَعَالَى ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ [الأحقاف: ١٥] وَمُدَّةُ الْحَمْلِ أَدْنَاهَا سِتَّةُ أَشْهُرٍ فَبَقِيَ لِلْفِصَالِ حَوْلَانِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ «لَا رَضَاعَ بَعْدَ حَوْلَيْنِ» وَلَهُ هَذِهِ الْآيَةُ. وَوَجْهُهُ أَنَّهُ تَعَالَى ذَكَرَ شَيْئَيْنِ وَضَرَبَ لَهُمَا مُدَّةً فَكَانَتْ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِكَمَالِهَا كَالْأَجَلِ الْمَضْرُوبِ لِلدَّيْنَيْنِ، إلَّا أَنَّهُ قَامَ الْمُنْقِصُ فِي أَحَدِهِمَا فَبَقِيَ فِي الثَّانِي عَلَى ظَاهِرِهِ، وَلِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ تَغَيُّرِ الْغِذَاءِ لِيَنْقَطِعَ الْإِنْبَاتُ بِاللَّبَنِ وَذَلِكَ بِزِيَادَةِ مُدَّةٍ يَتَعَوَّدُ الصَّبِيُّ فِيهَا غَيْرَهُ فَقُدِّرَتْ بِأَدْنَى مُدَّةِ الْحَمْلِ؛ لِأَنَّهَا مُغَيِّرَةٌ، فَإِنَّ غِذَاءَ الْجَنِينِ يُغَايِرُ غِذَاءَ الرَّضِيعِ كَمَا يُغَايِرُ غِذَاءَ الْفَطِيمِ[30]

مذکورہ اقتباس میں سورۃ الاحقاف کی آیت کا ذکر کیا اسی ایک آیت سے امام ابو حنیفہ اور حنابلہ شوافع اور صاحبین نے استنباط کیا۔ اور اس میں دونوں حضرات نے الگ الگ طریقے سے استنباط کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واؤ مغایرت کا تقاضا کرتا ہے جس بناپر دونوں کو الگ الگ مدت شمار کیا جائے گا۔ جبکہ دوسرے مکتب فکر کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ حمل اور دودھ چھڑانے کی عمر 30 مہینے ہوتی ہے تو گویا کہ کم از کم مدت حمل چھ ماہ اور باقی دو سال دودھ پلانے کی عمر شمار ہوگی یوں 30 ماہ پورے ہو جائیں گے۔

مالکیہ کے نزدیک مدت رضاعت دو سال ایک یا دو ماہ ہیں۔

وَقَالَتْ فِرْقَةٌ: الْعَامَانِ وَمَا اتَّصَلَ بِهِمَا مِنَ الشَّهْرِ وَنَحْوِهِ إِذَا كَانَ مُتَّصِلَ الرَّضَاعِ.[31]

اور مالکیہ کے گروہ نے کہا کہ دو سال اور جوان دونوں کے ساتھ ملا ہوا ہے ایک مہینہ یا اس جیسا اگر وہ دودھ پینے کی مدت کے ساتھ ملا ہو۔

وإذا وضعت حملها ذلك فليس على الزوج أن ينفق عليه مدة الرضاع وهي سنتان وشهران،[32]

اور جب حاملہ عورت وضع حمل ہوجائے تو پھر شوہر اس پر دودھ پلانے کی مدت تک نفقہ خرچ کرے گا اور وہ دو سال دو ماہ ہے۔

حنابلہ، شوافع اور صاحبین[33] کے نزدیک مدت رضاعت دو سال ہے۔

واستدلوا أيضًا بقوله تعالى في سورة البقرة [٢٣٣] ﴿والوالدات يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ الرضاعة ...﴾ الآية. على أن أقصى مدة الرضاع سنتان فقط.وهذا رأي الجمهور (مالك والشافعي وأحمد) رحمهم الله تعالى.[34]

اور سورۃ البقرہ کی اس آیت سے استدلال کیا ہے، (اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو دو سال مکمل۔۔۔۔۔۔۔) تو اس بات پر کہ دودھ پلانے کی مدت صرف دو سال ہے۔ اور یہ جمہور کہ رائے ہے جس میں امام مالکؒ، شافعیؒ اور احمدؒ اس میں شامل ہیں۔

البتہ ظاہریہ کے نزدیک مدت رضاعت ساری زندگی ہے۔ مطلب کہ جب بھی دودھ پی لیا رضاعت ثابت ہوجائے گی۔[35]

مذکورہ دلائل چونکہ ایک ہی آیت سے مستنبط ہیں، اور دونوں جانب دلائل کی مضبوطی ظاہر کررہی ہے کہ دونوں اپنی جگہ پر درست ہیں جیسے فرمان نبوی ہیں کہ علماء کا اختلاف رحمت ہوتا ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہ کی رائے زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ امام ابو حنیفہؒ پوری مدت کے قائل ہیں۔ جبکہ دوسری جانب حمل کی مدت کو نکال کر باقی مدت کو دودھ پلانے میں شمار کرتے ہیں اور عموماً حمل کم سے کم مدت تو چھ ماہ ہے لیکن زیادہ تر آٹھ یا نو ماہ میں مکمل ہوتا ہے۔ جس سے امام صاحب کی رائے زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے کہ پورے 30 ماہ رکھے جائیں تو آیت پر عمل ہو سکتا ہے۔ اور سورۃ البقرہ کی آیت جس میں **حولین کاملین** کا ذکر ہے اس میں آگے چل کر "**لمن اراد ان یتم الرضاعه**" سے بھی امام صاحب کے قول کی جانب مضبوطی نظر آتی ہے۔

مدت رضاعت کے بعد حرمت:

مدت رضاعت کے گزرنے کے بعد حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اور اس مسئلے میں ائمہ ثلاثہ[36] احناف کے ساتھ شریک ہیں۔ جبکہ اس مسئلے میں ظاہریہ کا اختلاف باقی ہے جیسے ماقبل بھی گزرا کہ ظاہریہ کے نزدیک ساری زندگی حرمت رضاعت ثابت ہوسکتی ہے۔

CC BY

ثمرہ اختلاف یہاں پر بھی وہی ہو گا جو ما قبل حکم کی صورت میں ظاہر ہوا۔ جب حرمت رضاع ثابت نہیں ہو گی تو اس پر رضاعت کے وہ تمام احکام لاگو نہیں ہوں گے اگر وہ ڈھائی سال کے بعد ہو گی۔ اور اس کی بنیاد یہی ہے کہ چونکہ اس عمر میں انسانی غذا کا تعلق رضاعت پر قائم ہوتا ہے۔ اور وہ براہ راست جسم کا حصہ بن رہا ہوتا ہے۔ جبکہ ڈھائی سال کے بعد کی عمر غذا کی عمر بن جاتی ہے اور پھر باقی غذاؤں کے ساتھ انسانی جسم کی نشو نما ہوتی ہے۔ تو رضاعت سے وہ اصل مقصد حاصل نہیں ہوتا جو ڈھائی سال کی عمر میں حاصل ہو سکتا ہے۔

أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ إِلَّا مَا فَتَقَ الْأَمْعَاءَ فِي الثَّدْيِ، وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ»[37]

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رضاعت سے حرمت اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب وہ انتڑیوں کو پھاڑ دے، اور یہ دودھ چھڑانے سے پہلے ہو۔"

یہاں پر انتڑیوں کو پھاڑ دینے سے مراد یہ ہے کہ وہ انتڑیوں میں جا کر غذا اور جسم کی نشو و نما کرنے والا بن جائے۔ چونکہ ڈھائی سال کی عمر تک انسان کی غذا دودھ پر ہوتی ہے اور پھر اس کے بعد دیگر اشیاء پر اس کے جسم کی نشو نما منحصر ہوتی ہے۔

عن نافع، عن عبد اللّٰه:»لا رضاع إلا من أرضع في الصغر«.[38]

حضرت نافع عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رضاعت نہیں ہے مگر جو چھوٹی عمر میں دودھ پلایا جائے۔

یعنی ڈھائی سال سے زائد عمر میں دودھ پلایا جائے تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے۔

رضاعت سے حرمت نسب:

جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہوں گے۔ اس پر ما قبل میں احادیث گزر چکی ہیں کہ حرمت رضاعت حرمت نسب کی طرح عمل کرتی ہے۔ یعنی رضاعت کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہو جائیں گے جو قرابت نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ»[39]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ نے حرام کیے ہیں رضاعت سے وہ تمام رشتے جو حرام ہوتے ہیں نسب کی وجہ سے۔[40]

اس حدیث کے ذیل میں امام ترمذیؒ نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ اس مسئلے میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف موجود نہیں ہے۔

کچھ رشتے ایسے ہیں جو مستثنیٰ ہیں۔ **ام اخته من الرضاع** یعنی رضاعی بہن کی ماں حلال ہے البتہ نسبی بہن کی ماں حرام ہے۔

ام اخته من الرضاع اس کی تین صورتیں بنیں گی **من الرضاع** کا تعلق صرف ام سے ہو گا یا اخت سے ہو گا یا دونوں سے ہو گا۔ پہلی سورت کا مطلب یہ ہو گا کہ نسبی بہن کی رضاعی ماں حلال ہے۔ دوسری صورت کا مطلب یہ ہو گا رضاعی بہن کی نسبی ماں حلال ہے۔ اور تیسری صورت یہ بنے گی کہ رضاعی بہن کی ماں حلال ہے۔

اخت ابنه من الرضاع یہ بھی تین سورتوں پر مشتمل ہو گا۔ مطلب یہ ہو گا کہ من الرضا ع کا تعلق صرف اخت سے ہو گا یا ابن سے ہو گا یا دونوں سے ہو گا۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ اپنے نسبی بیٹے کی رضاعی بہن حلال ہے۔ دوسری صورت میں اس طرح کے رضاعی بیٹے کی نسبی بہن حلال ہے۔ اور تیسری صورت یہ ہو گی کہ رضاعی بیٹے کی رضاعی بہن حلال ہے۔

عن عائشه قالت قال النبي صلى الله عليه وسلم ان الله حرم من الرضاعة ما حرم من الولاده وفي حاشيه ابي داوود من التعليق المحمود ما يحرم من الولادة استثنى منه بعض المسائل كام اخته واخت ابنه[41]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ بیشک اللہ نے رضاعت سے وہ سب رشتے حرام کیے جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں اور سنن ابی داؤد کے حاشیہ التعلیق المحمود میں ہے کہ جو رشتے ولادت کی بناء پر حرام ہوتے ہیں ان سے بعض مسائل مستثنیٰ ہیں جیسے ام اخت من الرضاع اور اخت ابن الرضاع۔

مرضَعہ کا مرضِعہ کہ بیٹوں اور پوتوں سے حرمت نکاح:

مرضَعہ مرضِعہ کہ بیٹوں، پوتوں اور شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی ہے۔ یہاں پر پہلا لفظ مفعول کے معنی میں ہے اور دوسرا لفظ فاعل کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے جس بچے کو دودھ دیا گیا ہے وہ دودھ پلانے والی عورت کے بیٹوں پوتوں اور اس کے خاوند کی بہن سے نکاح نہیں کر سکتی ہے۔ چونکہ یہ تو بدیہی سی بات ہے کہ اس کے بیٹے اس شیر خوار بچے کے رضاعی بھائی اور پوتے بھی رضاعی بھتیجے اور اس کے خاوند کی بہن اس بچی کے لیے پھوپھی کا درجہ رکھتی ہے۔ یعنی دودھ پلانے والی عورت کی طرف سے تمام اپنے ہو جاتے ہیں جبکہ جسے دودھ دیا گیا ہے اس کی طرف سے زوجین اور اس کی اولاد اپنے ہو جاتے ہیں۔

اس مسئلے کی بنیاد بھی وہی روایت ہے جس میں نسبی رشتوں کی طرح رضاعی رشتوں کو بھی محرم قرار دیا گیا ہے۔

اس مسئلے میں ائمہ ثلاثہ امام مالک[42]، امام شافعی[43] اور امام احمد ابن حنبل[44] احناف کے ساتھ شریک ہیں۔ جبکہ ظاہریہ[45] بھی اس مسئلے میں حرمت کے قائل ہیں۔

حرمت رضاعت لبن الفحل کی وجہ سے:

حرمت رضاعت لبن الفحل (مرد کے دودھ سے) بھی ثابت ہو گی۔یعنی مرضعہ کا دودھ جس مرد کے جماع کرنے پر ولادت کے سبب سے اترا ہے وہ اس رضیع کا باپ شمار ہو گا۔ اور بطور باپ اس سے نکاح نہیں ہو گا۔یعنی دودھ پینے کو حرمت جس طرح مرضع کی طرف سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح اس کے خاوند کی طرف سے بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ سو شیر خوار بچہ صاحب لبن کا بیٹا ہو گا اور وہ اس کا باپ ہو گا۔ اسی طرح اس کی اولاد اس کے بہن بھائی شمار ہوں گے اور اس کے بھائی اس کے چچا اور اس کی بہنیں اس کی پھپھیاں ہوں گی۔

أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَأَرْضَعَتْ إِحْدَاهُمَا غُلَامًا وَأَرْضَعَتِ الْأُخْرَى جَارِيَةً فَقِيلَ يَتَزَوَّجُ الْغُلَامُ الْجَارِيَةَ، فَقَالَ: «لَا اللِّقَاحُ وَاحِدٌ»[46]

اس مسئلے میں حنفیہ کے ساتھ مالکیہ، حنابلہ اور ظاہریہ سب کا اتفاق ہے۔

دودھ کا اختلاط کی صورت میں حرمت رضاعت:

دودھ کا پانی یا بکری کے دودھ کے ساتھ اختلاط ہونے کی صورت میں جو غالب ہو گا اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر دودھ پانی کے ساتھ مخلوط ہو گیا تو غالب کا اعتبار ہو گا جو زیادہ ہو گا اسی کا حکم لگے گا اگر دودھ زیادہ ہوا تو اسے دودھ شمار کیا جائے گا اور اگر پانی زیادہ ہوا تو اسے پانی کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔ اور دودھ کے غالب ہونے کی صورت میں حرمت رضاعت بھی ثابت ہو گی جبکہ پانی کے غالب ہونے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔ اسی طرح بکری یا کسی جاندار کے دودھ کے ساتھ بھی یہی حکم ہو گا۔ اگر دودھ زیادہ ہوا اور بکری یا کسی جانور کا دودھ کم ہوا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی اور اگر دودھ کم ہوا اور بکری اور کسی جانور کا دودھ زیادہ ہوا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔ یہ حنفیہ کا موقف ہے۔

الْمَغْلُوبُ غَيْرُ مَوْجُودٍ حُكْمًا حَتَّى لَا يَظْهَرَ فِي مُقَابَلَةِ الْغَالِبِ كَمَا فِي الْيَمِينِ (وَإِنْ اخْتَلَطَ بِالطَّعَامِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ التَّحْرِيمُ)[47]

مغلوب شے غیر موجود کے حکم میں ہے، یہاں تک کہ اس کے مقابلہ میں موجود شے ظاہر نہ ہو۔ جیسے قسم میں ہے۔ اور اگر وہ کھانے کے ساتھ مکس ہو جائے تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہو گی۔

وإن اختلط بالدواء واللبن غالب تعلق به التحريم «لأن اللبن يبقى مقصودا فيه إذ الدواء لتقويته على الوصول» وإذا اختلط اللبن بلبن الشاة وهو الغالب تعلق به التحريم وإن غلب لبن الشاة لم يتعلق به التحريم «اعتبارا للغالب كما في الماء»[48]

اس مسئلے میں مالکیہ کا احناف کے ساتھ اتفاق ہے۔[49] شافعیہ دودھ کے ساتھ پانی یا کسی اور چیز کے مل جانے کی صورت میں خواہ وہ غالب ہو یا مغلوب ہو اگر وہ بچے کے پیٹ تک پہنچ جائے تو اسے وہ ایک رضعہ شمار کرتے ہیں۔

وَلَوْ أَنَّ صَبِيًّا أُطْعِمَ لَبَنَ امْرَأَةٍ فِي طَعَامٍ مَرَّةً وَأُوجِرَهُ أُخْرَى وَأُسْعِطَهُ أُخْرَى، وَأُرْضِعَ أُخْرَى، ثُمَّ أُوجِرَهُ وَأُطْعِمَ حَتَّى يَتِمَّ لَهُ خَمْسُ مَرَّاتٍ كَانَ هَذَا الرَّضَاعُ الَّذِي يُحَرِّمُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ هَذَا يَقُومُ مَقَامَ صَاحِبِهِ وَسَوَاءٌ لَوْ كَانَ مِنْ صِنْفٍ هَذَا خَمْسٌ مِرَارًا أَوْ كَانَ هَذَا مِنْ أَصْنَافٍ شَتَّى،[50]

حنابلہ کے نزدیک دودھ میں کوئی اور چیز غالب ہو یا مغلوب اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

سَوَاءٌ شِيبَ بِطَعَامٍ أَوْ شَرَابٍ أَوْ غيرِهِ[51]

اسی مسئلے پر اتفاق کرتے ہوئے بعینہ انہی اختلافات کے ساتھ اگر دودھ کے ساتھ دوائی شامل ہو جائے تو تب بھی یہی اختلافات قائم رہتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک اغلب کو دیکھا جائے گا اگر اغلب دودھ ہو گا تو حرمت رضاعت ثابت ہو گی اور اگر غلط دوائی ہو گی تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔ اسی طرح شوافع کے ہاں بھی رضعہ واحدہ سمجھا جاتا ہے، اور خمسہ رضعات کے بعد حرمت ثابت ہو گی۔ جبکہ حنابلہ کے نزدیک قلیل و کثیر بہر صورت حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

دو خواتین کے دودھ میں اختلاط کا حکم:

دو عورتوں کا دودھ تھا جس میں اختلاط ہو گیا، اب اس میں جو غالب ہو گا اس کے لیے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور جس کا دودھ کم ہو گا اس کے لیے حرمت ثابت نہیں ہو گی۔ یعنی تحریم و عدم تحریم میں غالب و مغلوب کا اعتبار کیا جائے گا۔ یعنی کہ جس عورت کا دودھ غالب ہو گا حنفیہ کے نزدیک اس کے لیے حرمت ثابت ہو جائے گی۔

لِأَنَّ الْكُلَّ صَارَ شَيْئًا وَاحِدًا فَيُجْعَلُ الْأَقَلُّ تَابِعًا لِلْأَكْثَرِ فِي بِنَاءِ الْحُكْمِ عَلَيْهِ[52]

اس لئے کہ وہ سب شے واحد کے حکم میں ہے۔ اور حکم میں کم شے زیادہ شے کے تابع ہو گی۔

وإذا اختلط لبن امرأتين تعلق التحريم بأغلبهما[53]

جب دو عورتوں کا دودھ مکس ہو جائے تو حرمت زیادہ والی کے لئے ثابت ہو گی۔

مذکورہ مسئلے میں مالکیہ حنفیہ کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔[54] جبکہ حنابلہ دونوں خواتین کے لیے حرمت رضاعت کو ثابت کرتے ہیں۔

سَوَاءٌ شِيبَ بِطَعَامٍ أَوْ شَرَابٍ أَوْ غيرِهِ[55]

یہاں پر بھی حنابلہ کا سابقہ موقف ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے قول میں غیرہ کا لفظ ذکر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دودھ مشروبات یا مطعومات یا کسی بھی چیز کے ساتھ ملے اس سے حرمت رضاعت بحر صورت ثابت ہو گی۔

یہاں دونوں مؤقف میں حنفیہ اور مالکیہ کا مؤقف عقلاً زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جو زیادہ مقدار میں ہو تو کم مقدار والی شے اس کے تابع ہوتی ہے۔

دودھ کا مطعومات کے ساتھ مخلوط ہونا:

دودھ اگر مطعومات میں سے کسی کے ساتھ مخلوط ہو جائے تو اس صورت میں کس کا اعتبار کیا جائے گا اس سلسلے میں تین اقوال کا ذکر ہمیں ملتا ہے۔

حنفیہ کے نزدیک چاہے دودھ غالب ہو یا مطعومات کے ساتھ ملنے کی وجہ سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ کھانے اصل ہے جبکہ دودھ اس کے تابع ہے۔ تو اس بنا پر اصل کو دیکھتے ہوئے مدت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

أن الطعام أصل واللبن تابع له في حق المقصود فصار كالمغلوب ولا معتبر بتقاطر اللبن من الطعام عنده هو الصحيح لأن التغذي بالطعام إذ هو الأصل»[56]

مالکیہ کے سلسلے میں دو اقوال ہیں اگر دودھ مغلوب ہو تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی اگر طعام میں دودھ غالب ہے تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔

وإذا اختلط اللبن بغيره فالحكم للأغلب منهما[57]

اس سلسلے میں حنابلہ اور شوافع کا سابقہ موقف ہی ہے۔ حنابلہ کے نزدیک قلیل و کثیر سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی[58]۔ جبکہ شوافع کے نزدیک اس سے رضعہ واحدہ شمار ہوگا۔[59]

حنفیہ کا مؤقف اس مسئلہ میں عقلاً زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے، کیونکہ عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جو شے زیادہ ہو، اور اصل مقصود ہو تو حکم اس پر لگے گا۔

حقنہ سے حرمت رضاعت:

حقنہ کہتے ہیں نیچے کی جانب سے پیٹ میں دودھ پہنچانا۔ اگر کسی بچے کے پیٹ میں بذریعہ حقنہ دودھ پہنچایا جائے تو حنفیہ کے نزدیک اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

(وَلَا) حُرْمَةَ (فِي الِاحْتِقَانِ بِلَبَنِ الْمَرْأَةِ) فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِمَّا يُتَغَذَّى بِهِ[60]

حنابلہ[61] اور شوافع[62] کا اس مسئلے میں حنفیہ سے اتفاق ہے۔ البتہ ایک قول کے مطابق شوافع کا اختلاف بھی موجود ہے۔

مالکیہ اس مسئلے میں اس بات کے قائل ہیں کہ اگر اس کے ذریعے سے غذا حاصل کرنا مقصود ہے تو اس سے حرمت رضاعت حاصل ہوگی اگر اس سے غذا مقصود نہیں تو پھر حرمت رضاعت بھی حاصل نہیں ہوگی۔

قَالَ مَالِكٌ فِي الصَّائِمِ يَحْتَقِنُ: إِنَّ عَلَيْهِ الْقَضَاءَ إِذَا وَصَلَ ذَلِكَ إِلَى جَوْفِهِ، وَلَمْ أَسْمَعْ مِنْ مَالِكٍ فِي الصَّبِيِّ شَيْئًا وَأَرَى إِنْ كَانَ لَهُ غِذَاءً رَأَيْتُ أَنْ يُحَرِّمَ وَإِلَّا فَلَا يُحَرِّمُ۔[63]

حرمت رضاعت کے ثبوت کے لیے گواہی:

حرمت رضاعت کو ثابت کرنے کے لیے اگر کوئی ثبوت موجود نہ ہو تو پھر گواہی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں حنفیہ کا قول یہ ہے تنہا عورتوں کے گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ جو گواہی کا نصاب عموماً ذکر کیا جاتا ہے عام احکامات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے ذریعے سے ثابت ہوگا۔ یعنی رضاعت کے سلسلے میں عام خواتین کا اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ باقاعدہ نصاب شہادت جو مال کے ثبوت کے لیے مقرر ہے اس کے ذریعے سے اس کو ثابت کیا جائے گا۔ البتہ یہاں یہ بات ہے کہ مرضعہ کی شہادت کو دیانتاً تو قبول کر لیا جائے گا مگر قضاءً قبول نہیں کیا جائے گا۔ یعنی اگر مرضع کسی کے متعلق رضاعت کے بارے میں کہتی ہے اور اسے قبول کر لیا جائے تو درست ہے اور اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی لیکن قاضی کی عدالت میں جب بات جائے گی تو اس وقت نصاب شہادت جو مقرر ہے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں موجود ہوں گی تو تب اس سے رضاعت ثابت ہوگی۔

سَمِعْتُ الْجَارُودَ يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ: لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ فِي الْحُكْمِ، وَيُفَارِقُهَا فِي الْوَرَعِ.[64]

وَإِنَّ شَهَادَةَ الْمَرْأَةِ الْوَاحِدَةِ عَلَى الرَّضَاعِ لَا تُتِمُّ حُجَّةَ الْفُرْقَةِ عِنْدَنَا إِلَّا أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ لَهُ مِنْ طَرِيقِ التَّنَزُّهِ أَنْ يُفَارِقَهَا إِذَا وَقَعَ فِي قَلْبِهِ أَنَّهَا صَادِقَةٌ لِقَوْلِهِ ﷺ «كَيْفَ، وَقَدْ قِيلَ»[65]

ہمارے نزدیک رضاعت میں ایک عورت کی گواہی سے جدائی لازم نہیں آتی، مگر بہتر راستہ یہ ہے کہ بچتے ہوئے جدائی کو اختیار کر لی جائے۔

مالکیہ کا اس سلسلے میں موقف یہ ہے کہ اگر رضاعت کے حوالے سے معاملہ پہلے سے مشہور ہو تو تب عورتوں کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔ ایک خاتون کی گواہی تو قبول نہیں ہے مگر شوہر کو دیانتاً اس عورت سے الگ ہو جانا چاہیے۔

قَالَ لِي فِي الرَّضَاعَةِ فِي شَهَادَةِ الْمَرْأَةِ الْوَاحِدَةِ إِنَّ ذَلِكَ لَا يَجُوزُ وَلَا تَقْطَعُ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَكُونَ قَدْ فَشَا وَعُرِفَ، قَالَ مَالِكٌ: وَأَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ لَا يَنْكِحَ وَأَنْ يَتَوَرَّعَ.[66]

اس سلسلے میں حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ حرمت رضاعت کے لیے ایک عورت کی گواہی بھی کافی ہے۔

تُقْبَلُ فِيهِ شَهَادَةُ النِّسَاءِ الْمُنْفَرِدَاتِ. فَإِنَّهُ تُقْبَلُ فِيهِ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ الْوَاحِدَةِ. وَقَالَ طَاوُسٌ: تَجُوزُ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ فِي الرَّضَاعِ، وَإِنْ كَانَتْ سَوْدَاءَ.[67]

شوافع کا اس سلسلے میں یہ قول ہے کہ تنہا خواتین کی گواہی قبول کی جائے گی ایسے معاملے میں جہاں مردوں کا دیکھنا جائز نہیں ہے۔ اور رضاعت کا تعلق بھی خواتین کے ساتھ ہے تو لہذا یہاں صرف عورتوں کی گواہی قبول کی جائے۔

وَإِنَّمَا تَجُوزُ شَهَادَةُ النِّسَاءِ مُنْفَرِدَاتٍ فِيمَا لَا يَنْبَغِي لِلرِّجَالِ أَنْ يَعْمِدُوا النَّظَرَ إِلَيْهِ لِغَيْرِ الشَّهَادَةِ[68]

مذکورہ مسئلہ میں شوافع کا مؤقف زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس معاملہ کا تعلق خواتین کے ساتھ ہے اور اس بارے میں زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ حنفیہ کا مؤقف اس مسئلہ قرآنی شواہد کے مطابق ہے چونکہ اس مسئلہ سے حرمت نسب ثابت ہوتی ہے تو اس کے لئے شہادت کا نصاب مکمل ہونا چاہیے ہے۔

خلاصہ کلام

بچے کی تعلیم و تربیت کے ساتھ رضاعت کا انتظام و اہتمام والدین کی اہم ذمہ داری ہے۔ اور رضاعت کی مدت بچوں کی تربیت میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ لہذا بچے کے لیے ماں یا مرزعہ کا انتخاب انتہائی اہم ہوتا ہے۔ اور مدت رضاعت کا تعلق اختلاف کے ساتھ دو سال اور ڈھائی سال کے درمیان میں محیط ہے جس سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ اور حرمت رضاعت احکامات کے لحاظ سے حرمت نصب کی طرح ہے البتہ اس میں کچھ استثنیات ہیں۔ اور اسی طرح رضاعت کے دیگر احکامات میں بھی احتیاط برتنی چاہیے۔ اور کسی خاتون کی طرف سے رضاعت کا حکم ا جانے پر دیانت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔

حوالہ جات

[1] بحیرہ احمر کا ساحلی میدان ہے جو خلیج عقبہ سے آبنائے باب المندب تک پھیلا ہوا ہے۔

[2] جزیرہ نما عرب کا سوطی خطہ ہے، اسلی حدود یمامہ سے لیکر مدینہ منورہ تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں کے نخلستان مشہور ہیں۔

[3] ابن المنظور، جمال الدين محمد بن مكرم الافريقي، لسان العرب، كتاب العين المهمله،(فصل الراء، نشر ادب الجوزة، قم ،ايران، ١٣٨٨ھ)،125/3

[4] النسفي، عبد الله بن احمد بن مسعود النسفي، (م411ھ/1311ء) كنز الدقائق، كتاب الرضاع، (المكتبه العربيه كراچى)، 21/2

[5] التحریم،66: 6

[6] البخاري، محمد بن اسماعيل، ابو عبد الله، صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب المراة راعية على بيت زوجها، رقم الحديث: 4904، (دار ابن كثير، دار اليمامة، دمشق،١٤١٤ ھ - ١٩٩٣ م) ، 1996/5

[7] البقرہ،2:233

[88] (مزید تفصیل کے لیے) محمد فرید وجدی، دائره معارف القرن العشرين، حرف الراء، (دار المعرفه بيروت لبنان، 1971ء)،4

[9] ابو داؤد، السجستاني، سليمان بن اشعث، السنن لابي داوود، باب الادب، باب في بر الوالدين، رقم الحديث: 5144، (دار الرسالة العالمية، ١٤٣٠ ھ - ٢٠٠٩ م)، 457/7

[10] یہ جیم کے کسرہ اور عین کے سکون کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے یہاں سے عمرے کا احرام بھی باندھا تھا۔ (الحموى، ياقوت بن عبدالله، (م626ھ) معجم البلدان، (دار الصادر بيروت، 1384ء)،142/1)

[11] اس روایت کے حاشیے پر محقق شیخ شعیب ارنؤواط نے وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث حسن درجے کی ہے۔ کیونکہ اس کے دیگر شواہد موجود ہیں۔ البتہ اس حدیث کے دوراوی ضعیف ہیں۔ جعفر بن یحیی اور عمار بن سوبان کی جہالت کی بنا پر اس روایت کو ضعیف قرار دیا گیا ہے لیکن اس کے دیگر شواہد موجود ہونے کی بنیاد پر یہ حسن لغیرہ ہے۔ اور اس کے شواہد کو امام بخاری نے ادب المفرد میں امام ابو یعلی نے مسند ابی اعلی میں اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اور دیگر حضرات نے ذکر کیے ہیں۔

[12] الطبراني، ابو القاسم، سليمان بن احمد (م 360ھ)، المعجم الصغير، باب الالف من اسمه احمد، رقم الحديث:137، (المكتب الإسلامي، دار عمار - بيروت، عمان، ١٤٠٥ – ١٩٨٥)، 100/1

[13] مذکورہ روایت کے بارے میں امام طبرانیؒ نے خود فرمایا ہے کہ کہ ابو امیہ کے علاوہ اس کو کسی سے روایت نہیں کیا گیا اور ابو امیہ کا نام اسماعیل ہے۔ البتہ اس کے دیگر شواہد بھی امام ابن حجر عسقلانیؒ نے ذکر کیے ہیں لیکن انہوں نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں(العسقلاني، ابن الحجر، ابو الفضل احمد بن علي، المطالب العاليه، (دار العاصمة للنشر والتوزيع - دار الغيث للنشر والتوزيع، من المجلد ١ – ١١: ١٤١٩ ھ - ١٩٩٨ م)، 528/8)

[14] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يُحَرِّمُونَ مَا يُحَرَّمُ إِلَّا امْرَأَةَ الْأَبِ، وَالْجَمْعَ بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ» قَالَ: فَأَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ کہ عرب زمانہ جاہلیت میں ان تمام رشتوں کو حرام سمجھتے تھے جو رضاعت سے حرام تھے سوائے اپنے باپ کی منکوحہ اور دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالی نے اس آیت کو نازل کیا۔ اور تم نکاح نہ کرو ان خواتین سے جن سے نکاح کیا تمہارے باپوں نے سوائے اس کے کہ جو پہلے گزر چکا سو گزر چکا۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں۔(الطبري، ابو جعفر، محمد بن جرير، تفسير الطبري، جامع البيان عن تاويل اي القران،، (دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان،١٤٢٢ ھ - ٢٠٠١ م)، 549/6)

[15] البقرہ،2:233

[16] النساء،4:23

[1717] یہ رسول اللہ ﷺ کے رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے خاندان سے تعلق رکھنے والا قبیلہ تھا۔

[18] الطهطاوي ، رفاعة رافع بن بدوي(م1290ھ)، نهاية الايجاز في سيره ساكن الحجاز، (دار الذخائر – القاهرة،– ١٤١٩ ھ)،396/1

[19] ان کا اصل نام حذافہ تھا اور شیماء ان کا لقب تھا۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں(ابن القيم الجوزيه، محمد بن ابي بكر (م751ھ)، زاد المعاد فی ہدی خير العباد، (مؤسسة الرسالة، بيروت – مكتبة المنار الإسلامية، الكويت، الطبعة: السابعة والعشرون، ١٤١٥هـ /١٩٩٤م)، 417/4)

[20] ایضاً، 82/1

[21] رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی رضاعی والدہ محترمہ ہیں، اور قبیلہ ہوازن سے انکا تعلق ہے۔

[22] القسطلانی، شہاب الدين ابو العباس، احمد بن محمد (م 923ھ)، المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، (المكتبة التوفيقية، القاهرة- مصر، س ن)، 524/1

[23] الترمذي، ابو عيسى، محمد بن عيسى بن ثوره، السنن للترمذي، ابواب النكاح، بَابُ مَا جَاءَ يُحَرَّمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يُحَرَّمُ مِنَ النَّسَبِ، رقم الحديث: 1146، (شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، ١٣٩٥ هـ - ١٩٧٥ م)، 444/3

[24] امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس اس حدیث کو جو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے آرہی ہے کو صحیح کہا ہے۔

[25] امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبل۔

[26] الجصاص، ابو بكر الرازي، احمد بن علي، احكام القران للجصاص، (دار الكتب العلمية بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، ١٤١٥هـ/١٩٩٤م)، 157/2

[27] ابن العربی، القاضی محمد بن عبدالله، احكام القرآن، (دار الكتب العلمية، بيروت، 2003ء)،481/1۔

[28] الجويني، امام الحرمين، ابو المعالي، عبد الملك بن عبد الله،(ت ٤٧٨هـ)،نهاية المطلب في دراية المذهب، (دار المنهاج، الطبعة: الأولى، ١٤٢٨هـ-٢٠٠٧م)،347/15

[29] الجصاص ، احكام القرآن، 497/1

[30] ابن الهمام الحنفي، كمال الدين محمد بن عبدالواحد، فتح القدير،(دار الفكر ،لبنان،1970ء)442/3

[31] القرطبی، ابو عبدالله، محمد بن احمد الانصاری، احكام القران للقرطبين، (دار الكتب المصرية – القاهرة، الطبعة: الثانية، ١٣٨٤ هـ - ١٩٦٤م)،65/14

[32] الشنقيطي، محمد بن محمد بن سالم، لوامع الدرر في هتك أستار المختصر، (دار الرضوان، نواكشوط- موريتانيا، لصاحبها أحمد سالك بن محمد الأمين بن أبوه، الطبعة: الأولى، ١٤٣٦ هـ - ٢٠١٥ م)، 52/7

[33] صاحبین امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کو کہا جاتا ہے اور یہ دونوں حضرات امام ابو حنیفہؒ کے براہ راست شاگرد ہیں۔

[34] الصابونی، محمد علی، روائع البيان تفسير آيات الاحكام، (مكتبة الغزالي - دمشق، مؤسسة مناهل العرفان – بيروت، الطبعة: الثالثة، ١٤٠٠ هـ - ١٩٨٠ م)، ج244/2

[35] ابن حزم الاندلسي، علي بن احمد بن سعيد، ابو محمد، المحلى بالاثار، كتاب الرضاع، مسئلة رضاع الكبير محرم، مسلة: 2020، (دار الفكر ،بيروت، س ن)، 202/10

[36] امام مالک، امام شافعی، امام احمد۔

[37] النسائي، احمد بن شعيب، ابو عبد الرحمن، السنن الكبرى للنسائی، كتاب النكاح، الرضاعة بعد الفطام قبل الحولين، رقم الحديث: 5441،(مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة: الأولى، ١٤٢١ هـ - ٢٠٠١ م)، 201/5

[38] الذهبي، محمد بن احمد، ابو عبد الله، المهذب في اختصار السنن الكبير، (دار الوطن للنشر، الطبعة: الأولى، ١٤٢٢ هـ - ٢٠٠١ م)،3065/6

[39] الترمذی،السنن للترمذي، ابواب الرضاع عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء يحرم من الرضاع يحرم من النسب. رقم الحديث: 1146، 439/2۔

[40] امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

[41] ابو داؤد، السنن لابي داود، باب ما يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب، رقم الحديث: 280/1,2055

[42] قُلْتُ: أَرَأَيْتَ امْرَأَةَ أَبِيهِ مِنْ الرَّضَاعَةِ أَوْ امْرَأَةَ وَلَدِهِ مِنْ الرَّضَاعَةِ أَهُمَا فِي التَّحْرِيمِ بِمَنْزِلَةِ امْرَأَةِ الْأَبِ مِنْ النَّسَبِ وَامْرَأَةِ الِابْنِ مِنْ النَّسَبِ فِي قَوْلِ مَالِكٍ؟

CC BY

قَالَ: نَعَمْ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِعَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ «قَالَ: يَحْرُمُ مِنْ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنْ الْوِلَادَةِ» (المدونة، كتاب الرضاع، تحريم الرضاع، ج2 ص298)

[43] مزید دیکھیں (الشافعي، محمد بن ادريس، ابو عبد الله، الام للشافعي، (دار الفكر – بيروت، الطبعة: الثانية ١٤٠٣ هـ - ١٩٨٣ م).كتاب النكاح، باب ما يحرم النساء بالقرابة، 25/5)

[44] مزید تفصیل کے لیے دیکھیں(ابن قدامه، موفق الدين، عبدالله بن احمد، ابو محمد، المغنى لابن قدامه، (عالم الكتب للطباعة والنشر والتوزيع، الرياض - المملكة العربية السعودية، الطبعة: الثالثة، ١٤١٧ هـ - ١٩٩٧ م)، مسئله نمبر: 1371، 317/11۔

[45] مزید تفصیل کے لیے دیکھیں(المحلى بالاثار، كتاب النكاح،مسئله نمبر: 1860، 131/9)

[46] البيهقي، ابو بكر احمد بن الحسين، السنن الكبرى للبيهقي ، كِتَابُ الرَّضَاعِ، بَابٌ: يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ وَأَنَّ لَبَنَ الْفَحْلِ يُحَرِّمُ، رقم الحديث: 18617،(دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان،الطبعة: الثالثة، ١٤٢٤ هـ - ٢٠٠٣ م)، 747/7

[47] ابن الهمام الحنفي، امام كمال الدين، احمد بن واحد الاسكندري، فتح القدير، (دار الفكر، لبنان، الطبعة: الأولى، ١٣٨٩ هـ = ١٩٧٠ م)، 452/3

[48] المرغيناني، ابو الحسن برهان الدين، علي بن ابي بكر، الهدايه في شرح بدايه المجتهد، (دار احياء التراث العربي - بيروت – لبنان) ، 217/1

[49] المدونة الكبرى، كتاب الرضاع، فصل فيما لا يحرم من الرضاعه، 415/2

[50] الشافعى، الام للشافعي، كتاب النكاح، باب رضاعة الكبير، 31/5

[51] ابن ِ قدامة،المغني لابن قدامه، 315/11

[52] ابن الهمام، فتح القدير لابن الهمام، 453/3

[53] المرغينانى، الهدايه ، 217،218/1

[54] الذخيره في فروع المالكيه، كتاب النكاح باب اقطاب العقد، 74/4

[55] ابن قدامة، المغني لابن قدامه، 315/11

[56] المرغينانى،الهدايه ، 217/1

[57] ابن عبد البر، يوسف بن عبد الله بن محمد، ابو عمر، الكافي في فقه اهل المدينه، (مكتبة الرياض الحديثة، الرياض، المملكة العربية السعودية، الطبعة: الثانية، ١٤٠٠ھ/١٩٨٠م)، 540/2

[58] ابن قدامة،المغني لابن قدامة ، مسئله نمبر: 1369، 315/11

[59] الشافعى، الام للشافعي، كتاب النكاح، باب رضاعه الكبير، 31/5

[60] داماد افندي، عبد الله بن محمد، مجمع الانهر في شرح ملتقى الابهر، (المطبعة العامرة - تركيا، ١٣٢٨)، 378/1

[61] ابن قدامة،المغني لابن قدامه، كتاب الرضاع، مسئله نمبر: 1368، 315/11

[62] الشافعى،الام للشافعي، كتاب الرضاع، 31/5

[63] المدونه، كتاب الرضاع، باب ما جاء في حرمة الرضاع، 295/2

[64] الترمذى، السنن للترمذي، ابواب الرضاع، بَابُ مَا جَاءَ فِي شَهَادَةِ الْمَرْأَةِ الْوَاحِدَةِ فِي الرضاع، 444/2

[65] السرخسي، شمس الائمه، محمد بن احمد بن ابي سهل، المبسوط، (مطبعة السعادة،مصر،س ن)، 302/30

[66] المدونة، 171/1

[67] ابن قدامه، المغني لابن قدامة ، 10/ 137

[68] الشافعى،الام للشافعي، 38/5